وہی نمٹے گا مری فکر کے سناٹوں سے
بت کدوں کو جو اذانوں سے بسا دیتا ہے
قصر و ایواں سے گذر جاتا ہے چپ چاپ ندیم
در محمد کا جب آئے تو صدا دیتا ہے
احمد ندیم قاسمی

ذہن بیدار نہ تھے ان کی نظر ہونے تک
کتنی صدیوں کا اندھیرا تھا سحر ہونے تک
آگہی کب سے تھی زندانِ جہالت میں اسیر
زیست دیوار ہی دیوار تھی در ہونے تک
ان سے گر ربط نہ ہوتا تو گلِ ہستی کو،
کن عذابوں سے گذرنا تھا بشر ہونے تک
جو افق بھی ہے ہماری حد پرواز میں ہے
ہم ہیں محدود قفس، جنبش پر ہونے تک
آدمیت ہے ترے سائے میں مائل بہ عروج
قطرہ آغوش صدف میں ہے گہر ہونے تک
دل گرفتہ ہے کلی اسکو تبسم سے نواز
جاں کا اندیشہ بہت ہے گل تر ہونے تک
رونق افروز وہ کب ہونگے دل ویراں میں؟
کتنے دن چاہئیں اس دشت کو گھر ہونے تک
کیا لطافت ہے کہ طیبہ میں ہزاروں جلوے
جزوِ دل ہوگئے آنکھوں کو خبر ہونے تک!
فرصت دید ہو اور گنبد خضرا عاصی
دیکھتا ہی رہوں معراج نظر ہونے تک
محترم عاصی کرنالی